

# القارء الہام - وحی

از

جناب ذوقی شاہ صاحب

ہر وہ چیز جو بطریق استدلال حاصل نہ کی گئی ہو بلکہ قلب ساک پر حق تعالیٰ کی جانب سے یقین کامل کے ساتھ وارد ہوئی ہو القارء ہے یا الہام ہے یا وحی ہے۔

ابتداءً ساک کے قلب پر خطرات رحمانی وارد ہوتے ہیں انتہا میں جا کر حق تعالیٰ کی مکالمت کا شرف حاصل ہوتا ہے! ابتدائی حالت کو القارء اور انتہائی حالت کو الہام اور وحی کہتے ہیں۔ وحی چونکہ القارء والہام کی انتہائی اور کامل ترین صورت ہے نام ہے اس لئے اس لفظ کا استعمال کبھی کبھی القارء والہام کے معنوں میں بھی ہوتا ہے لہذا دل میں وسوسہ ڈالنے کے معنی میں بھی استعمال کر دیا جاتا ہے وسوسہ ڈالنے والا خواہ کوئی بھی ہو۔ مثلاً حق تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَكَذَلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَفْسٍ عَدُوًّا  
شَيْطَانًا مِّنَ الْإِنسِ وَالْجِنِّ يُوحِي  
بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ - (۱۴: ۶)

اور اسی طرح ہر نبی کے دشمن بہت سے شیاطین پیدا کئے کچھ آدمی اور کچھ جن جنمیں سے بعض بعض کے دلوں میں وسوسے ڈالتے ہیں۔

لیکن اس مضمون میں وسوسہ شیطان سے بحث نہیں بلکہ اس القارء والہام اور ان خطرات رحمانی سے بحث ہے جو حق تعالیٰ کی جانب سے اس کے بندوں پر وارد ہوتے ہیں۔ ادبیات اللہ کو الہام ہوتا ہے۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر وحی نازل ہوتی ہے۔ الہام

حق تعالیٰ کی جانب سے بندہ پر بلا کسی فرشتہ کی وساطت کے اس جہت سے فائز ہوتا ہے جو حق تعالیٰ کو ہر موجود کے ساتھ ہے **وَلِكُلِّ وَجْهَةٌ لَّهُ مَوْجِبَةٌ** (اور ہر ایک کے لئے ایک جہت ہے کہ وہ متوجہ ہوتا ہے اس کی طرف) (۱۸: ۲) اسے اسی جہت کی جانب اشارہ فرمایا گیا ہے وحی فرشتہ کے واسطے سے ہوتی ہے۔ اسی بنا پر حدیث قدسی کو وحی و قرآن نہیں کہتے۔ وحی کشف شہودی و معنوی دونوں ہے۔ الہام صرف کشف معنوی ہے۔ وحی مخصوص بنبوت ہے ظاہر سے متعلق اور تبلیغ کے ساتھ مشروط ہے۔ الہام ولایت کے ساتھ مخصوص ہے اور تبلیغ کے ساتھ مشروط نہیں یہ اجمال کسی قدر تفضیل کا محتاج ہے جو حسب ذیل ہے:-

حق تعالیٰ کا تعلق کائنات کیساتھ اس نوع کا نہیں جس نوع کا تعلق کرا ایک گھڑی ساز یا گھڑی رکھنے والے کا گھڑی کے ساتھ ہوتا ہے۔ گھڑی ساز گھڑی کے کل پر زوں کو بناتا ہے درست کرتا اور انہیں ترتیب دیکر گھڑی کو چلا دیتا ہے یا گھڑی رکھنے والا رات دن میں ایک بار گھڑی کو دکھتا ہے اور چومیں گھنٹے کے لئے اس سے فراغت پالیتا ہے۔ گھڑی خود بخود چلتی رہتی ہے اور دوسرے دن تک اپنی رفتار قائم رکھنے کے لئے اپنے مالک کے چابی دینے یا گھڑی ساز کی بخراہی کی محتاج نہیں ہوتی حق تعالیٰ کو کائنات کے ساتھ اس قسم کا تعلق نہیں بلکہ کائنات اپنے ابداع اور اپنی تخلیق کے بعد بھی اپنے قیام کے لئے ہر لمحہ اور ہر ساعت حق تعالیٰ کی توجہ کی محتاج رہتی ہے ایک لمحہ کے لئے نظر حق اس کی جانب سے مہٹ جائے تو ساری کائنات نیست و نابود ہو جائے۔ حق تعالیٰ ہر وقت کائنات کی جانب متوجہ رہتا ہے۔ اس متوجہ رہنے کے یہ معنی نہیں کہ وہ اپنی ذات و صفات سے کائنات پر توجہ بہتا ہے صفات میں ایک بہت بڑی صفت صفت کلام بھی ہے جس سے حق تعالیٰ اپنی مخلوق کی جانب ہر وقت متوجہ رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی کوئی صفت کسی وقت بھی محفل نہیں رہتی۔ وہ اپنی مخلوق کے ہر فرد سے اس فرد کی استعداد کے مطابق ہر کلام ہوتا رہتا ہے

کسی کو براہ راست ہمکلامی کا شرف عطا فرماتا ہے جیسے کَلَّمَ اللّٰهُ مُوسٰی تَحِيْمًا یعنی اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے خوب گفتگو کی کسی سے وحی کے ذریعہ کلام فرماتا ہے کسی سے ہمکلامی کی یہ شان ظاہر فرماتا ہے کہ فرشتے کے ذریعہ اس کے دل میں جو چاہتا ہے القا فرماتا ہے۔ جیسے کہ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے دل میں القا فرمایا تھا۔ نیز عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے دل میں القا فرمایا تھا۔ کسی سے مِنْ وَاَسْرَاءِ حِجَابٍ یعنی پردہ کے پیچھے سے کلام فرماتا ہے کسی کے دل میں براہ راست بلا واسطہ فرشتہ جو چاہتا ہے القا فرماتا ہے جیسے شہد کی مکھی کو القا ہوتا ہے اور اس القا کو بھی وحی سے تعبیر فرمایا جاتا ہے چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے وَ اَوْحٰی رَبُّكَ اِلٰی النَّحْلِ (اور وحی فرمائی تیرے رب نے شہد کی مکھی کی طرف) کسی سے بذریعہ خواب و رویائے صالحہ باتیں ہوتی ہیں غرض کہ ہمکلامی کی جتنی شانیں اور جتنے ذرائع ہیں خواہ وہ القا کے نام سے موسوم ہوں خواہ الہام کے نام سے خواہ کسی اور نام سے وہ سب حقیقت وحی ہی کی مختلف اقسام یا مختلف فروغ ہیں۔ صرف قوت اور کمزوری یا کثرت و حجاب کے اختلافات سے مختلف اسماء سے وہ مختلف فروغ موسوم ہیں۔ اور سب سے زیادہ واضح طریقہ ہمکلامی کا وحی کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے تو اس میں ہی اصطلاحی کی صحیح تعریف حسب ذیل ہوگی۔

”وحی کلام الہی ہے جو عالم غیب سے عالم شہادت کی جانب بذریعہ ایک مقرب فرشتہ جنہیں جبریل (علیہ السلام) کہتے ہیں رسولوں کے پاس پہنچایا جاتا ہے۔“  
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يَّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلُ فَيُوحِيْ بِاِذْنِهٖ مِّنْ كَيْشَاءِ ۗ اِنَّهٗ

اور نہیں طاقت کسی بشر میں یہ کہ کلام کرے (بالمشافہ) اس سے اللہ مگر بذریعہ وحی کے یا پردہ کے پیچھے سے یا کسی (فرشتہ) کو پیغام بر بنا کر بھیجے پس وہ اس کے

عَلَىٰ حَكِيمٍ ۝ وَكَذَٰلِكَ أَوْحَيْنَا  
 إِلَيْكَ رُوحَنَا مِمَّا كُنْتَ  
 تَقْدِرُ عَلَىٰ مَا الْكُتُبُ وَلَا الْإِيمَانُ  
 وَلَٰكِن جَعَلْنَاهُ نُورًا نَهْدِي بِهِ  
 مَن نَّشَاءُ مِنْ عِبَادِنَا وَإِنَّكَ  
 لَفِي صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ۝  
 اشوری رکوع ۵

سے وہ چاہتا ہے جی میں ڈال دیوے تحقیق و بلند مرتبہ  
 حکمت والا ہے اور اسی طرح وحی کی ہم نے طرف  
 آپ کے (اے محمد) روح کو ساتھ حکم اپنے کے نہ جاتے  
 تھے آپ کہ کیا ہے کتاب اور نہ ایمان لیکن کیا ہے  
 ہم نے اس کو نور۔ ہدایت کرتے ہیں ہم ساتھ اس  
 جسک چاہتے ہیں اپنے بندوں میں سے۔ اور تحقیق آپ  
 البتہ ہدایت کرتے ہیں۔ طرف سید ہی راہ کے۔

لجناظ صنعت قوت اور لجاظ زیادہ واضح اور کم واضح ہونے کے وحی کے تین مراتب ہیں۔  
 پہلا مرتبہ سب سے زیادہ قوی اور اکمل ہے اس مرتبہ میں علوم غیب اللہ کی طرف سے رسول  
 کی عقل پر ظاہر کئے جاتے ہیں اور رسول کے نفس میں ان علوم کو اس طرح منتقل کیا جاتا ہے کہ رسول  
 انہیں اپنے دل میں یاد رکھ سکے اور دوسروں کے سامنے بیان بھی کر سکے۔

انکی بھی دو قسمیں ہیں۔ ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ بلا واسطہ کلام کرے جیسے کہ موسیٰ علیہ السلام  
 سے متعلق حق تعالیٰ فرماتا ہے وَكَلَّمَ اللَّهُ مُوسَىٰ تَمْلِيحًا (اور اللہ تعالیٰ نے موسیٰ سے خوب گفتگو کی)  
 اور ہمارے حضور کے متعلق فرماتا ہے فَأَوْحَىٰ إِلَىٰ عَبْدِهِ مَا أَوْحَىٰ (اپنے بندے کی طرف جو کچھ  
 وحی کرنی تھی وہ کر دی) اسے وحی صحیح کہتے ہیں۔

وحی کے پہلے مرتبہ کی دوسری قسم یہ ہے کہ جب نبیل علیہ السلام کلمات مقررہ اور عبارات  
 معینہ کے ساتھ نازل ہوں اور حروف و صوت رسول کے کانوں تک پہنچا دیں اور معانی ان کے  
 قلب میں القا کریں۔

یہ دونوں صورتیں انبیاء کے لئے مخصوص ہیں۔

دوسرا مرتبہ جو پہلے مرتبہ کے مقابلہ میں کمزور اور کمتر درجہ کا ہے یہ ہے کہ کلام الہی اس نفس تک پہنچ جائے جو اس کلام کے قبول کرنے کی صلاحیت و استعداد رکھتا ہو جیسے کہ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے دل میں اللہ تعالیٰ نے یہ بات ڈال دی کہ وہ موسیٰ علیہ السلام کو دودھ پلا کر صندوق میں بند کر کے دریائے دلدل میں ڈال دیں۔ اِذَا وَحْيَنَا اِلَيْكَ مَا يُوحِي ۗ اَنْ اَقْدِفِيْهِ فِي التَّابُوْتِ فَاَقْدِفِيْهِ فِي الْيَمِّ وَحِي وَآلِي هَمْنِي طَرَفِ مَائِ تِيْرِي كِي وَهِي كِي جَاتِي هِي اَبِي كِي وَآلِدِي سِي اس كُونِيْجِي صَنْدُوْق كِي پَسِ وَآلِدِي سِي اس كُونِيْجِي دَرِيَا كِي (طہ - ع) اِس وَحِي خُفِي اَوْر تَعْلِيْمِ سَرِي كِي الْقَارِنِي اِن كِي وَآلِدِي كِي نَفْس كُو خَوَابِ جِهَالَتِي سِي بَدِيَار كَرُو يَا اَوْر اِن كَا دَل اِپْنِي مِيْثِي كِي مُتَعَلِق تَر دُو اَوْر دُشْمَنُوْن كِي خَوْف سِي مَامُوْن هُو كِيَا اِسِي نُوْع كِي وَحِي عِيْنِي عَلِيْهِ السَّلَام كِي وَآلِدِي هَضْرَتِ مَرْيَم كُو بِي هُوِي تَهِي جَبِكُو رَخْت كِي نِيچِي سِي اِن كُو اَوْر اَزَانِي كِي كَمَلِيْن مَت هُو۔ فَتَا دَلْهَا مِنْ تَحْتِهَا اَلَا تَحْزَنِي قَدْ جَعَلَ رَبُّكَ تَحْتَكِ سَرِيَا رِپْسِ پِجَار اِس كُو (عِيْنِي مَرْيَم كُو) اِس (دَرَخْت) كِي نِيچِي سِي كَمَل مَت كِي تَحْقِيْق تِيْرِي سِي پُرُو رُو كَا نِي تِيْرِي نِيچِي چِيْشْمُو كَرُو يَا هِي۔ (مَرْيَم - ع)

يعني امر ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ اور عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ پر مغیبرہ نہیں اس سے معلوم ہوا کہ وحی کا یہ مرتبہ جسے القار اور الہام کہتے ہیں حق تعالیٰ نے ان لوگوں کے لئے بھی رکھا ہے جو نبی یا رسول نہیں خضر علیہ السلام کو علم لدنی کی تعلیم ہوئی جن کی بابت حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَعَلَّمْنَا هُوَ مِنْ لَدُنَّا عِلْمًا۔ (اور ہم نے ان کو اپنے خاص علم میں سے تعلیم کیا) (الکہف - ع) رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:- اِنَّ لَلّٰهِ فِي كُلِّ عِبَادٍ مَّحْدُوْنًا وَاَشَادَاتِيْ نَبِيْضِ اصْحَابِهِ يَعْنِي بِيْشِكِ هِرَامَتِ كِي اَنْدَر اللّٰهُ تَعَالٰی كِي اِيْسِي بِنْدِي سِي جِن سِي اللّٰهُ تَعَالٰی مِمْلَاْم هُو تَا هِي پُھَر اِپْنِي اِپْنِي بَعْضِ اصْحَابِ كِي جَانِبِ اِشَارَه فَرْمَا يَا بَعْضِ

روایات کی رو سے حضرت عمرؓ کی جانب اشارہ فرمایا۔

تیسرا مرتبہ وحی کا جو دوسرے مرتبہ سے بھی ضعیف تر ہے یہ ہے کہ حق تعالیٰ نفوس کو ان کاموں کی تعلیم فرماتا ہے جو ان نفوس کے مقاصد سے متعلق ہیں۔ اور وہ نفوس اس وحی کے سبب ان صنایع و بدایع کا استخراج کرتے ہیں جو ان کی قوت اور استعداد کے اندر ہیں۔ جیسے کڑی کا جالا بنا۔ ریشم کے کپڑے کا ریشم تیار کرنا شہد کی مکھی کا چہتہ بنانا۔ چنانچہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں۔ وَ اَوْحٰی رَبُّكَ اِلٰی النَّحْلِ اِنِ اتَّخَذِیْ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوتًا۔ (وحی کی تیسرے رب نے طرف شہد کی مکھی کے کہ پہاڑوں میں اپنا گھر بنا (نحل۔ ع) مکھی پر کوئی فرشتہ نازل نہیں ہوا نہ نہ اللہ تعالیٰ نے حروف و صوت سے اسے خطاب فرمایا۔ بلکہ اس میں ایک بات کی استعداد پیدا کر کے اس کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ وہ اپنی استعداد کو خوش میں لائے اور اپنا کام مکھی نفوس ناطقہ جب ایک حد تک کمالات معنوی حاصل کر لیتے ہیں۔ طبیعت کی کدورتوں سے پاک ہو جاتے ہیں۔ خواہشات کی قیود سے آزاد اور بشریت کے تقاضیات سے برتر ہو جاتے ہیں۔ توفیر ان کی توجہ عالم سفلی سے بہت کر عالم علوی کی جانب مائل ہوتی ہے جنصائل ملکوتی کا ان پر غلبہ اور علوم آسمانی کی تحصیل کا شوق انہیں دامنگیر ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ ملائکہ کی ہمنشینی کا انہیں شرف حاصل ہوتا ہے اور ان ہمنشینی سے وہ راحت پاتے ہیں۔ ان ہی ملائکہ کے واسطے سے خوش قسمت نفوس کو کلام آسمانی کی دولت نصیب ہوتی ہے اور صحبت ملائکہ کے اثرات سے متاثر ہو کر وحی کی مختلف شاخوں اور عالم قدس کے مختلف پھول تپوں اور علوم عریب کے مختلف پھولوں سے وہ شگم سیر ہوتے ہیں۔

علم کے حاصل کرنے کے دو طریقے ہیں۔ ظاہری اور باطنی۔ ظاہری طریقہ تو وہی معمولی طالب علم کا طریقہ ہے جو بہت عام ہے۔ اور باطنی طریقہ مراقبہ اور فکر کا ہے۔ مراقبہ اسے

کہ دل کو دوسرے خیالات سے ہٹا کر ایک ہی خیال پر جا دیا جائے۔ اور اسی خیال کے اندر فکر میں منہمک ہو جائے۔ اور تفکر یہ ہے کہ نفس ان علوم کو جو کہ اپنے سے مخفی ہیں۔ مدت اور حیلہ اور آلہ کے ساتھ تلاش کرے۔ ایک تیسری چیز اور ہے۔ جسے حدس کہتے ہیں۔ تفکر اور حدس میں یہ فرق ہے کہ تفکر میں تو غور و خوض سے اور طبیعت پر زور ڈال کر کوئی بات معلوم کی جاتی ہے لیکن حدس میں بغیر سوچے سمجھے اور بلا غور و خوض اور بغیر آلہ یا حیلہ کے دفعۃً ایک بات قلب میں القا ہو جاتی ہے۔ صاحب حدس ایک بیک غیب کی جانب متوجہ ہو جاتا ہے۔ اور یکبارگی علم مطلوبہ اس پر آشفت ہونے لگتا ہے بغیر اس کے کہ عرصہ گزرے اور بغیر اس کے کہ وہ ریاضت میں مشغول ہو۔ حدس بمقابلہ فکر کے نفوس کاملہ سے اقرب ہے حدس سے فراست پیدا ہوتی ہے۔ اور فکر سے کیاست۔ کیاست اس زیر کی و دانائی کو کہتے ہیں جس کا تعلق دماغ سے ہے۔ اور فراست اللہ کا اک نور ہے جس سے مومن دیکھتا ہے اور فائدہ اٹھاتا ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ”تم مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے“ ایہی فراست ہے جو حدس سے پیدا ہوتی ہے۔ حدس ہی الہام کا زینہ ہے۔ اور نبوت زینہ ہے وحی کا۔

جب نفس انسانی حدس کی قوت سے عالم بالائی جانب متوجہ ہوتا ہے اور علوم غیبیہ کے انوار اس پر چمکانا شروع ہوتے ہیں۔ تو ان علوم کا اظہار اس پر رمز کے حجاب اور اخفا و ابہام کے پردوں کی آڑ میں ہوتا ہے پھر اگر نفس میں آہنی قوت نہیں کہ حالت بیداری میں اس ظہور کا تحمل ہو سکے تو یہ جلوے اسے خواب میں دکھلائے جاتے ہیں اور غیب کے اسرار عالم رویاء کی صورتوں اور شکلوں اور مثالوں میں متمثل ہر کے اس پر آشفت کئے جاتے ہیں۔ عالم رویاء کے ذریعہ انخساف حاصل کرنے کا مرتبہ الہام سے بھی کتر ہے الہام کا

مرتبہ فرشتہ کے نازل ہونے سے جسے وحی کہتے ہیں۔ اور وحی کا مرتبہ صبح مکالمہ سے جسے وحی صریح کہتے ہیں کہتر ہے۔ اسرار غیب کے ظہور کی انتہائی شان صبح مکالمہ کی شکل میں اور موسم رسولوں کے لئے مخصوص ہے وحی انبیاء میں سے رسولوں کے لئے مخصوص ہے۔ وحی فی المنام یعنی خواب میں وحی ہونا محض انبیاء کے لئے ہے۔ الہام کی دولت سے اولیاء اللہ نوازے جاتے ہیں۔ ان اولیاء اللہ کے نفوس ظاہرہ جب اپنے عنصری قابلوں کی قید سے رہائی پا کر آسمانِ مکاشفہ کی بلندیوں پر واز فرماتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان سے ان کے مقام معاد میں بخطاب صبح کے ساتھ کلام فرماتا ہے جیسا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ: - مَا مِنْ عَبْدٍ إِلَّا وَسَّيَلُهُ رَبُّهُ لَيْسَ بَيْنَ الْعَبْدِ وَالرَّبِّ تَرْجَانٌ وَلَا دَاسِطَةٌ (متفق علیہ) یعنی ہر ایک مع من بندے سے خداوند تعالیٰ کلام فرما ویگا۔ اور اس وقت خدا اور مومن بندے کے درمیان نہ کوئی تَرْجَانٌ ہوگا نہ کوئی دَاسِطَةٌ۔

القار اور الہام میں کب کو کسی قدر دخل ہے۔ مگر وحی میں کب کو مطلق دخل نہیں ریاضت اور مجاہدہ سے یہ دولت ہاتھ نہیں آتی جس طرح نبوت محنت و مجاہدہ سے حاصل ہوتی۔ وحی بھی کوشش انسانی سے حاصل نہیں ہو سکتی۔ الہام کے ذریعہ صرف معافی کا انخساف ہوتا ہے۔ وحی کے ذریعہ معافی کا بھی انخساف ہوتا ہے اور کثافت تنزیلیات کا بھی اور نزول روح القدس یعنی جبرئیل کا بھی۔ روح القدس اور جبرئیل ایک ہی چیز کے دو نام ہیں جبرئیل میں لطافت کا جب غلبہ ہوتا ہے تو وہ روح القدس ہو جاتے ہیں اور جب ایسی صورت اختیار کر لیتے ہیں کہ کثوف ہو سکیں تو وہ جبرئیل ہو جاتے ہیں۔ جب وحی نازل ہوتی ہے تو روح القدس یا روح الامین معافی کو رسول کے قلب میں نقش کرتے ہیں۔ اور الفاظ و عبارات کو جبرئیل رسول کے کان میں القا کرتے ہیں۔ پھر سموع اور معقول کان اور دل کی راہ سے ذات برتوں



